جناب مولانا محمد اشرف صاحب ایم۔اے شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی
رفیق اعزازی۔ الحق

سیاست و تعمیر ملت

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کے افکار کی روشنی میں

آخری قسط

حضرت علامہ ندوی ؒ کا مقصد اُس سیاست کو "شجرِ ممنوعہ" قرار دینا ہے۔ جو یورپ کی پیداوار ہے۔ رہا اعلاء حق و کلمۃ اللہ کے لئے مساعی اور جد وجہد اور حصولِ مقصدِ دینی کے لئے جماعتی اور اجتماعی ذرائع اور وسائل کا اختیار کرنا، تو حضرت علامہ ؒ اس کے پر زور داعی ہیں۔ اسلام میں سیاست کا اپنے اصلی مفہوم اور اسلامی مطالب کی روشنی میں دین سے الگ کوئی تصور ہی نہیں۔ (س)

ایک دوسرے مقام پر سورۂ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے مسلمانوں اور ممالک اسلامیہ کے اپنے خاص مقاصد و طریقہ زندگی سے گریز اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ کاملہ سے افسوسناک اعراض کا بیان اور ان کا یود بین یہود و نصاریٰ کے مردود و گمراہانہ طریقوں کی پیروی کا تذکرہ کس محرمانہ و حکیمانہ، علمی، پُر درد و مؤثر انداز میں فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

"یورپ کا ہر فتنہ اور ذہنی انقلاب کا ہر ہنگامہ جو دنیائے نصاریٰ میں رونما ہوتا ہے۔ اس کی تہ میں جو قوت کارفرما ہوتی ہے۔ وہ یہودی ہوتی ہے۔ وطنیت کا فتنہ، بین الاقوامیت کا فتنہ، ڈیموکریسی کا فتنہ، سوشلزم کا فتنہ، بالشوازم کا فتنہ، ان میں سے کون سی چیز ہے، جو یہود کی دماغی سرکشی اور ذہنی طغیانِ خیال کی ممنون نہیں۔ آج یورپ اور امریکہ میں ایک طرف سرمایہ پرستی اور جمہوریت کا پہرا قائم ہے۔ اور دوسری طرف مزدوروں اور کسانوں کی دعوت کی غلط صورت اور سوشیالسٹ تحریک کی لادینی حکومت کے کیمپ لگے ہوئے ہیں۔ اور دونوں چیزیں یہودیوں کی طاغیانہ رہنمائی اور نصاریٰ کی گمراہی کے دوگونہ عناصر سے مرکب ہیں۔ اور ساری دنیا ان دونوں طغیانی و گمراہی کے فتنوں میں سر سے پاؤں تک مبتلا ہے۔

آج ہمارے اسلامی ممالک خواہ وہ اپنے کو آزاد کہیں یا غلام، حاکم کہیں یا محکوم، کیا

انہی دو فتنوں میں سے کسی ایک میں مبتلا نہیں۔ اب یاد کیجئے رب العالمین مالک یوم الدین نے اوّل روز سے ہم کو یہ بتایا تھا۔ کہ تم ہمیشہ ہر ایک حال اور اپنی ہر چال میں انبیاء علیہم السلام کے راستہ پر قائم رہنا اور مغضوب اور ضال قوموں سے بچے رہنا۔ مگر کیا یہ واقعہ نہیں کہ ہم نے اس کا الٹا کیا، یعنی انبیاء کے راستے کو چھوڑ کر مغضوب اور ضال قوموں کی راہوں کو اختیار کیا۔ اور آج بھی یہی حال ہے۔ آج مسلمانوں کی ہر جماعت خواہ وہ کسی ملک میں ہو اپنی ترقی و اصلاح اور سعادت کے لئے انبیاء علیہم السلام کی طرف نہیں، بلکہ انہیں مغضوب اور ضال قوموں کی امامت کی اقتدار کے لئے بے قرار ہے۔ وضع قطع، تراش و خراش، صورت و سیرت، تعلیم و تربیت، تہذیب و تمدّن اخلاق و عادات، رفتار و گفتار، تجارت و اقتصاد و معاملات اور حکومت و سلطنت غرض زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا رخ انبیاء علیہم السلام کی طرف ہے؟ یا مغضوب ضال قوموں کی طرف؟ ہم زبان سے تو کہتے ہیں۔ کہ منہ میرا طرف کعبہ شریف کے، مگر رفتار کی سمت لندن، پیرس، ماسکو، برلن اور نیویارک ہے۔ زبانوں سے تو اپنی سعادت و ہدایت کو انبیاء علیہم السلام کی اور خصوصاً سرورِ کائنات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں منحصر جانتے ہیں۔ مگر دل میں اپنی ترقی کا راز یورپ اور امریکہ کی پیروی میں منحصر مانتے ہیں۔ ہم میں سے بعضوں نے جو دانشمندی کے مدعی ہیں۔ دین اور دنیا کے دو حصے کر رکھے ہیں۔ اور دین میں انبیاء کی اور دنیا میں ان مغضوبوں اور گمراہوں کی پیروی کے داعی ہیں۔ لیکن دین و دنیا کی یہ تقسیم کی تاویل بھی انہی گمراہوں کی تعلیم کا اعادہ ہے۔ جنہوں نے اپنے آسمانی صحیفوں میں یہ لکھا پایا ہے۔ کہ "جو قیصر کا ہے قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے خدا کو دو" گویا وہ دو خداؤں کے قائل ہیں۔ قیصر جو دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ اور خدا جو آسمان پر فرمانروا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں وہ واحد ہے۔ وہ قیصر کون ہے۔ جو خدا کے ساتھ برابر کی حکومت کا دعویٰ دار ہے۔ "لِلّٰہِ ملکُ السمٰوٰتِ والارضِ" (آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔) ان مغضوب و ضال قوموں کی ایجاد و اختراع، دولت و طاقت، حکومت و سلطنت کی ظاہری چمک دمک نے ہماری آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ اُن کی عُریانی و بے پردگی۔ اُن کی نفس پرستی و ہوسناکی و خود پسندی، ان کے تکبر و استکبار، ان کے

کفر و عصیان کی ہر تصویر ہمارے دل کو پسند ہے۔ ہمارے بچے، جوان، بوڑھے، عورت اور مرد ہر ایک اس کوشش میں ہے۔ کہ وہ یہود و نصاریٰ کے اس مشترکہ پیدا کردہ تہذیب و تمدن، طور و طریق، شکل و لباس، تعلیم و تربیت کی راہوں کی اقتدا کی تیز سے تیز دوڑ میں دوسروں سے آگے بڑھ جائے۔ اور ہر اس ناصح کی تکذیب میں مصروف ہے۔ جو اُن کو ان مغضوبوں اور گمراہوں کی پیروی سے باز رکھنے کی کوشش میں ہے۔ کہ وہ یہود و نصاریٰ کے اس مشترکہ پیدا کردہ تہذیب و تمدن، طور و طریق، شکل، لباس، تعلیم و تربیت کی راہوں کی اقتدا کی تیز سے تیز دوڑ میں دوسروں سے آگے بڑھ جائے۔ اور ہر اس ناصح کی تکذیب میں مصروف ہے۔ جو ان کو مغضوبوں اور گمراہوں کی پیروی سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔ آج مسلمان نوجوان اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اپنے رہنمائے اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ نہیں۔ بلکہ لینن، اسٹالن، ہٹلر، مسولینی، چرچل اور روزویلٹ کے نمونوں کی تلاش اور ان کے روپ بھرنے میں ہر طرح کوشاں ہیں۔ اور انہی کی پیروی میں مسلمانوں کی نجات سمجھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اہل سیاست کو موجودہ مغضوب و ضال قوموں کے مذموم تمدن و تہذیب اور بے آئین نظام سلطنت و حکومت، ظالمانہ طریق حکمرانی و فرمانروائی، گمراہانہ طریق تعلیم و تربیت، فاسد اخلاق و کردار اور قزاقانہ اقتصاد و وحشیانہ طاقت اور مجرمانہ سیاست پر افسوس نہیں، بلکہ اس پر حسرت ہے۔ کہ اس مجرم، گنہگار، عریاں، خوشنما، فاسد الاخلاق قزاق اور وحشی طاقت کے حکمران و فرمانروا اور ظالم نظام اقتصاد اور فاسد اصول قضا و عدالت کے مالک ہم کیوں نہ ہوئے۔ اُن کو یہ افسوس نہیں کہ شیطان کا یہ تخت جبروت کیوں بچھا ہے۔ بلکہ یہ افسوس ہے۔ کہ ہم اس پر کیوں بیٹھے نہیں۔ اُن کو شیطان کے تخت الٹنے کی فکر نہیں، بلکہ اس پر جلوس فرمانے کی فکر مستولی ہے۔

مسلمان مدت سے اس حالت میں ہیں۔ کہ وہ اپنے کو بھول گئے ہیں۔ اور دوسری قوموں کی نقالی میں مصروف ہیں۔ اسلام ایک مستقل نظام حیات، نظام اقتصاد، نظام سیاست، اور نظام اخلاق کا نام ہے۔ خود اپنے نظامات سے روگرداں ہو کر یا ان میں ترمیم و تبدیلی کر کے دنیا کے دوسرے ناقص و فاسد نظامات کو

اختیار کرنے میں اپنی زندگی کی نجات جانتے ہیں۔

ٹرکی، مصر، شام، عراق، افغانستان، شمالی افریقہ، ہندوستان، غرض وہ جہاں کہیں بھی ہیں۔ خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم، یورپ کی نقالی کو اپنی نجات کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔ وہ دنیا میں قیصریت اور کسروانیت کے علمبردار اور پیغمبروں کے بجائے ہلاکوؤں اور چنگیزوں کے جانشین بن گئے۔ آج انقلاب کا عہد ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ پھر سے اپنی رفتار سمت اور زندگی کے مقصد کو درست کریں، وہ اللہ کے محکوم، اس کی شریعت کے حامل اور دنیا میں اس کی شہنشاہی کے نمائندہ بنیں۔ ان کو پہلے اللہ کے قانون کو اپنے اوپر اور پھر اس کے بعد دوسروں کے اوپر نافذ کرنا چاہیئے۔

مسلمانوں کو ان معنوں میں قوم نہیں کہنا چاہیئے۔ جن معنوں میں رنگ اور نسل و نسب اور وطن کے اجزائے ترکیبی سے دنیا میں قومیں بنائی جاتی ہیں۔ بلکہ انسانی جماعتوں کا وہ ایسا مجموعہ ہے۔ جن کے اجزائے ترکیبی خاص خیالات، خاص عقائد، خاص اعمال، خاص اخلاق، خاص تمدّن، خاص اصولِ سلطنت و حکمرانی ہیں۔ اس لئے وہ دوسری قوموں کے ساتھ متحد و محکوم ہو کر نہیں بلکہ مصالحانہ و معاہدانہ اصول پر دوست بن کر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان کا وجود دوسری قوموں کے ساتھ مخلوط ہو کر پائدار نہ ہوگا——

(اس لئے مسلمانوں کو) ضرورت ہے، ذہنیت کے بدلنے، خیالات کے پلٹنے اور صحیح فکر کو سامنے رکھنے اور صحیح نصب العین کو اپنے دل میں جگہ دینے کی۔ (تاکہ دنیا میں وہ انبیاء علیہم السلام کے نمائندے اور اسلام کا نمونہ بن کر ظاہر ہوں ——————"

(معارف نمبر ۵ ج ۵۶ ص ۱۰۲ تا ص ۱۰۶

ایک جگہ ارقام فرماتے ہیں:

زمانہ کے حالات جس تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ مسلمان اس سے بے خبر نہیں۔ معالجوں کی رایوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر مرض کی شدّت اور نفس علاج کی ضرورت سے کسی کو انکار نہیں۔ قوم و ملت کے معالجوں کو دو حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جو مسلمان قوم کی سیاسی تنظیم کر کے اس کو برسرِ عروج لانا چاہتے ہیں۔ اور پھر ان کو استخلاف فی الارض کا مستحق ٹھہراتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ضرورت یہ ہے کہ اس پیام کے مبلغ اور رہبر پہلے خود کام کے مسلمان بنیں کہ ؎

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

سچ یہ ہے۔ کہ اس سے پہلے کہ ہم دوسروں پر حکومت کریں۔ ہم کو خود اپنے نفس کے اوپر حکومت کرنا چاہیئے۔ حق کے پیام پر غیر متزلزل ایمان، احکام الٰہی پر بے چوں وچرا عمل، حق کی راہ میں مجاہدانہ روح و ثبات، قدم، عزم راسخ، حق کے لئے ایثار اور ذاتی خودغرضیوں کا استیصال ــــ (چاہیئے) کہ دنیا کسی دعوت کو اس وقت تک قبول نہیں کرتی۔ جب تک داعیوں کے جان و مال کا پورا امتحان نہیں لے لیتی اور دعوت کے حرفوں کو داعیوں کے خون کی روشنائی میں نہیں پڑھ لیتی۔ یہ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے اصول ہیں۔ جو نہ کبھی بدلے ہیں۔ نہ بدلیں گے۔ ایک اور نکتہ بھی بھولنا نہیں چاہیئے ــ اسلام اور مسلمان ایک نہیں دو چیزیں ہیں۔ مسلمان اب ایک قوم کا نام پڑ گیا ہے۔ جس کے اسلاف پیام اسلام کے حامل اور تعلیم اسلام کے عامل تھے۔ انہوں نے دنیا پر فتح پائی۔ اور اپنی مفتوحہ دولت اپنے اخلاف کے سپرد کر دی۔ زمانہ کے مرور سے یہ اخلاف، یہ بھول گئے۔ کہ یہ انعام ان کے اسلاف کو ان کے خاص اوصاف کے صلہ میں ملا تھا۔ جب تک وہ اوصاف رہے۔ وہ انعام ان کے پاس رہا۔ اور جب وہ جاتے رہے۔ تو ان کا یہ انعام بھی چھن گیا۔ اب اگر اس کے حصول کی پھر تمنا ہے۔ تو پھر انہیں اوصاف کو حاصل کرنا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِھِمْ۔ حکم ناطق ہے ــــ نادانی سے ہم لازم کو ملزوم اور ملزوم کو لازم سمجھتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ پہلے کسی طرح حقوق حاصل کرنے چاہئیں۔ اس کے ساتھ سلطنت و حکومت کے اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ یہ خیال قطعاً غلط ہے۔ پہلے اوصاف حاصل کرو۔ پھر اس کے نتیجوں کی امید رکھو۔ اگر ان اوصاف کے بغیر کوئی چیز ہم کو رعایت سے ملی بھی تو وہ ہمارے پاس کبھی رہ نہیں سکتی۔ (معارف شذرات ماہ اپریل ۱۹۴۲ء)

مندرجہ بالا اقتباسات سے حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سیاسی نظریہ پر روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت والا قدس سرہٗ عصری سیاست کو خالص اسلامی سیاست نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک عزیز مسترشد کو ارقام فرماتے ہیں:

"موجودہ سیاست میں اہواء و اغراض نے دین کا جامہ پہن لیا ہے۔ ڈوب کر دیکھیے۔"
(تذکرۂ سلیمان ص ۵۵۶)

اس لئے اس میں سالکین و علماء کا انہماک پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ پاکستان کے

ایک مشہور پیر کے متعلق فرمایا :

"پیر...... صاحب کو اب کس طرح ادھر (خالص دین کی خدمت کی طرف) لایا جائے۔ وہ جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں، کہ سب کچھ سیاست میں ہے، مذہب کچھ نہیں۔ منہ کو خون لگ گیا ہے۔ چٹخارہ ہے۔ ع

اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

۱۹۴۶ء۔۱۹۴۷ء کے "سیاسی طوفان" میں اپنے سیاسی مسلک کی توضیح فرماتے ہوئے اپنے مسترشد خاص برادر عزیز مولوی غلام محمد صاحب حیدر آبادی مدظلہٗ کو تحریر فرماتے ہیں :

"آپ جس مقام پر ہیں وہ اس مقام سے جہاں عام مسلمان آباد ہیں سراسر مختلف ہے۔

تو اے کبوتر بام حرم چہ مے دانی طپیدن دل مرغان رشتہ بر پارا

میں نے سیاسیات کے خار زار سے مدت ہوئی کہ اپنا دامن چھڑا لیا۔ اب جو کچھ ہے۔ وہ مسلمانوں کی دینی و علمی و تعلیمی خدمات کی بجا آوری کا شوق ہے۔ ان کے علاوہ دیگر امور سے قطعاً عزلت نشین اور مسلمانوں کی صلاح و فلاح کی دعا دل سے کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ جذبات کے جوش میں بہنے سے کام نہ چلے گا۔

میں ان تمام نزاعات (اختلاف لیگ و کانگرس وغیرہ) سے عملاً کنارہ کش ہوں۔ اور دل میں مسلمانوں کی خیر و فلاح کے خیال کے سوا اور کچھ نہیں رکھتا۔ اور اسی کا داعی ہوں۔ اور اپنے اختیار کی حد تک اس کا ساعی، مجھے سیاسیات کا رہبر نہ سمجھئے۔ خدا کرے کہ آپ دین کی طرف سے توجہ ہٹا کر موجودہ شورشوں کی طرف اتنی نہ کریں، جو ادھر سے تغافل ہو جائے۔ دین ثابت و قائم چیز ہے۔ اور سیاست متبدل و متغیر۔ ہنگامی چیزوں کو اہمیت نہ دیں۔ اور امور دوامی میں مصروف رہیں۔

انہیں کو ان کی ایک سیاسی تحریر اور پھر اس پر پشیمانی کی اطلاع پر ارقام فرماتے ہیں :

"آپ جس کو گستاخی سمجھے وہ میرے خیال میں سیاسی بحران ہے۔ جس ماحول میں آپ ہیں۔ اس میں اس قسم کے بحرانی جذبات و خیالات کا پیدا ہونا عین مقتضائے طبع ہے۔ اس لئے آپ کے وساوس کا خیال مجھے ذرا بھی نہیں ہوا۔ سمجھتا ہوں کہ آپ کی طبیعت زود اثر ہے۔ کبھی سیاسیات کا جوش طبیعت پر غالب آجاتا ہے۔ موجودہ سیاسیات کا اثر نازک طبائع پر ایسا ہی پڑتا ہے۔ ان تمام ذہنی شورشوں کا علاج یہ ہے۔ کہ

پیش آمدہ امور غیر اختیاری ہیں۔ پھر ہماری فکر اور غم کا حاصل؟ جس امت کی تاریخ میں وفات رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) شہادت فاروق رضؓ وعثمانؓ، جنگ جمل، جنگ صفین فتنۂ حجاج، فتنۂ یزید اور شہادت حسینؓ جیسے واقعات پیدا ہوئے ہوں۔ اس کے ہاتھ سے موجودہ سیاسیات کا ہیجان صبر کا دامن کیوں چھڑا دے۔ اور اللہ تعالےٰ نے کا حاکم وحکیم بیک وقت ہونے کے اعتقاد سے کیوں تغافل ہو؟

اس تفصیل کا منشاء یہ ہے۔ کہ ہنگامی جوش وخروش یا سردی ومایوسی سے مومن نہ گرم ہو اور نہ نرم ہو۔ اپنے کام میں یکساں لگا رہے۔

خطرات کے علاج دو ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے حکیم اور حاکم ہونے کا استحضار اور دوسرے ہنگامی اور دوامی امور میں فرق کا احساس۔

راقم کی ایک ناکامی پر ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالےٰ نے آپ کو بچالیا"

اور ایک دوسرے موقع پر ایک صاحب سے میری اس ناکامی کا تذکرہ کر کے فرمایا:

"سیاست کا کچھ تجربہ انہیں ہوا ہے۔ اب سمجھے ہیں۔ کہ یہ کونین کی کڑوی گولی ہے۔"

اور اسی کے متعلق مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

الخیر فیما وقع۔ بہرحال آپ کو سیاسیات کا تھوڑا سا تجربہ ہوگیا۔ اپنے اس زمانہ کے سیاسی انہماک کی وجہ سے حضرت والا رحمہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں حاضری ہوتی تو سیاسی باتیں اکثر چھیڑ دیتا۔ ایک مرتبہ ندامت کے طور پر عرض کیا۔ حضرت آپ کے مجلس کے آداب بجا نہیں لاتا۔ اور سیاسی بکواس شروع کر دیتا ہوں۔ فرمایا۔ کیا حرج ہے۔ انسان وہی اگلتا ہے جو اندر ہوتا ہے۔ اچھا ہے۔ قے ہو جائیگی۔"

خدا کی شان حضرت کے اس ارشاد کے بعد روز بروز سیاسی جھمیلوں سے بیزاری اور عملی سیاست سے کنارہ کشی کا میلان بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ تعلیمی خدمت میں مشغول ہو کر رہ گیا۔ جب حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو ارقام فرمایا:

"جماعتی کاموں میں اتنی کثیف گندگی ہے۔ کہ اس کا ازالہ ہم ضعفاء سے ممکن نہیں۔"

تاہم حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخر وقت تک سیاست کے چھوڑنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ میری آخری حاضری کے ایام میں ایک مرتبہ جب سیاسی خرابیوں کا تذکرہ چھڑا۔ اور ایک

دوسرے صاحب نے راقم سے کہا۔ آپ اس گندی سیاست کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ حضرت والا قدس سرہٗ نے اس موقع پر فرمایا :

"یہ معاملہ ہر ایک کی اپنی قوت و ضعف اور نیت کا ہے"

ایک مرتبہ راقم نے تحریر کیا کہ موجودہ سیاست کے ساتھ چلنا اور انہیں صحیح بنیادوں پر اٹھانا نہایت ہی دشوار کام ہے۔ قدم قدم پر پاؤں ڈگمگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمادیں۔ اس کے جواب میں ارقام فرمایا :

"تو پاک باش مدار از کس باک"

ایک مرتبہ راقم بغیر اپنی کوشش کے ایک اہم سیاسی جماعت کا عہدہ دار بنادیا گیا۔ حضرت والاؒ کو مطلع کیا۔ تو حضرت نے تحریر فرمایا :

"اللہ تعالیٰ اسکی قوت آپ کو عطا کریں۔ جب واقعہ ہو چکا تو مشورہ دینے کا موقع نہیں اللہ تعالیٰ نے بہتر کریں"

رفقاء کے پیہم دباؤ کی بنا پر عاجز نے سرحد اسمبلی کی ممبری کے لئے کھڑے ہونے کا مشورہ طلب کیا۔ تو نہایت ہی بلیغ جواب تحریر فرمایا :

"یہ معاملہ اپنی قوت و ضعف کا ہے۔ اگر آپ یہ قوت اپنے میں پاتے ہیں۔ یا کم از کم ارادہ رکھتے ہیں۔ کہ مواقع خیر میں خیر کی اعانت کریں گے۔ تو کھڑے ہو جائیں۔ مگر انتخاب کے لئے وہ مکائد و دسائس کام میں نہ لائیں۔ جو اہل دنیا اور طالب جاہ و مال کرتے ہیں۔ پس جاہ و مال کی طلب سے خالی ہو کر کرنے کی طاقت پائیں تو کھڑے ہوں"

ایک مرتبہ چند شامی نوجوان خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور نظام اسلامی اور شریعت کے نفاذ پر بات چیت ہوتی۔ اُن کے رخصت ہونے پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فقیر سے فرمایا :

"آج ہر جگہ نوجوانوں میں دینی احیاء اور شریعت کے نافذ کرنے کا جذبہ ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ سٹیرنگ دوسروں کے ہاتھ میں ہے"۔

مذکورہ بالا ارشادات سے سیاست کے متعلق حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مسلک پر اچھی خاصی روشنی پڑتی ہے۔ کہ سیاست کو مقصد سمجھ کر اسی میں انہماک کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لیکن اگر سیاست کو دین و خیر کے فروغ کا سبب و ذریعہ سمجھ کر کمال احتیاط سے اپنے کو حُبِ مال و جاہ کی آلائشوں سے بچاتے ہوئے اس میں شرکت کی جائے۔ تو مسلک سلیمانیؒ میں اس کی گنجائش ہے۔

لیکن یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اور حضرت شیخؒ کے ہی الفاظ ہیں: "جماعتی کاموں میں اتنی کثیف گندگی ہے کہ اس کا ازالہ ہم ضعفاء سے ممکن نہیں۔" اس لئے عموماً حضرت الشیخ قدس سرہ کی طالبین کو ہدایات اس طرح کی ملتی ہیں۔ کہ:

"ضرورت اسکی ہے۔ کہ سیاست سے بے پرواہ ہو کر دین کی خدمت میں مصروف ہوا جائے۔ اخلاص کے ساتھ اس (تبلیغی) کام کو جاری رکھیں۔ اور کبھی اس میں اپنے اندر استکبار اور دوسروں کے باب میں استحقار نہ آنے دیں۔"

"اگر میرے مشورے پر عمل کیا جائے۔ تو عملاً ان (لیگ و کانگرس) میں سے کسی میں شریک نہ ہوں اور اس کیلئے دعا کریں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں مسلمانوں کیلئے خیر ہو۔ انتہیٰ الفرق کلھا۔"

"خالص دینی تقریر جاری رکھئے۔ سیاسیات سے کامل پرہیز۔"

"جہاد صرف کانگرس کی ممبری اور اس کیلئے جیل جانے کا نام نہیں۔ بلکہ دین کی بلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے تکالیف جانی و مالی کو گوارا کرے۔ یہاں تک کہ جان بھی اسی راہ میں چلی جاوے۔ گو جان دینے کے بھی شرائط ہیں۔"

"پہلے تو یہ سمجھیں کہ جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے سعی و کوشش بالنفس والمال کا نام ہے۔ وہ کسی بادشاہ کی سلطنت کے قیام کیلئے نہیں جس کو آجکل سمجھا جاتا ہے۔ قومی حکومت و سلطنت جس کا تصور آجکل ہے۔ وہ بھی اعلاء کلمۃ اللہ سے دور ہے ۔۔۔ صحیح راہ یہ ہے۔ کہ دل میں جہاد کی تمنا رہنی چاہئے اور وقت پر اسکا ظہور ہو۔"

غرض حضرت والا طلبہ و علماء اور سالکین کا سیاست میں الجھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ کہ حضرت شیخؒ کے نزدیک جو کام ان کے سپرد ہے۔ وہ اتنا ضروری و اہم ہے۔ کہ اس کا ترک یا اہمال ملت کے بنیادی تنظام اور تعلیم و تربیت کیلئے نقصان دہ ہے۔ تاہم جیسا کہ گذر چکا۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ بصیرت اور عمقِ نظر نے کلیۃً ان طبقات کیلئے سیاسیات کو "شجرِ ممنوعہ" نہیں قرار دیا۔ بلکہ اس بارہ میں حضرت سید الملتؒ کا یہ جملہ قول فیصل ہے۔ "یہ معاملہ (سیاست میں شرکت یا عدم شرکت) ہر ایک کی اپنی قوت و ضعف اور نیت کا ہے۔" مراد یہ ہے کہ اگر مواقع خیر میں اعانت، احقاق حق اور ابطال باطل اور خدمت دین و ملت کی قوت و ہمت پاتا ہو۔ تو گنجائش ہے۔ اور اگر یہ ہمت و عزیمت نہ ہو تو عملی سیاست سے کنارہ کشی ہی قرین صواب ہے۔ اپنے دائرہ میں خدمت دین اور تعمیر ملت کے کاموں میں کمی نہ کرے۔ امت کی دینی و ذہنی تعلیم و تربیت کی اہمیت کو جاننے اور صدق و اخلاص سے ملت کی صحیح رہنمائی کی کوشش تحریر و تقریر اور دیگر ذرائع سے کرتا ہے۔ کہ ملت کے دل و دماغ کی تربیت و آبیاری سیاست کے خارزار کی آبلہ پیمائی سے کسی طرح کم نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔